مطالعہ قرآن میں مکی اور مدنی آیات کے علم کی اہمیت

ڈاکٹر ریحانہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علوم قرآنیہ میں سب سے اہم مکی اور مدنی آیات کا علم ہے۔ اس علم کو حاصل کرنے کے لیے روایات کی بحث وتمحیص، نصوص آیات کی تحقیق اور ان تمام امور کا تاریخ سے تعلق پیدا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ علم اسباب نزول کی افادیت سے انکار نہیں۔ لیکن محض اسباب نزول سے قرآن کی کلی حقیقت سامنے نہیں آتی۔ لیکن مکی اور مدنی آیات کے علم کے لیے ضروری ہے کہ تمام سورتوں اور آیتوں کا مجموعی طور پر احاطہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ قرآن میں سورتیں یا تو مکی ہیں یا مدنی۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مکی سورتوں میں مدنی آیات موجود نہیں۔ اور مدنی سورتوں میں مکی آیات۔ قرآن کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس کی ہر آیت کی اپنی ایک علیحدہ شخصیت اور واضح سیرت ہے۔

چنانچہ جب کوئی ایسی آیت اپنے زمرہ سے نکل کر کسی دوسرے زمرہ میں داخل ہو جائے تو اس کا پتہ لگانا بہت ضروری ہوتا ہے کہ اس کا اصل مقام کہاں تھا اور وہ یہاں کیوں آئی۔ یہ کام ثقہ علماء نے دقیق نقدی جائزہ سے انجام دیا ہے۔ اور تقریباً حتمی طور پر اس طرح کی تمام آیات کا تعین کر دیا ہے اور اس سے مجموعی طور پر قرآن کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اسی لیے مکی اور مدنی آیات کا علم اہم ثابت ہوا کہ علماء نے اس کی تحقیق پر غیر معمولی توجہ دی اسی سے دعوت اسلامیہ کے مراحل کا پتہ چل سکتا ہے۔ اور اسی سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح واقعات اور حالات کے ساتھ وحی کے نزول میں بھی تدریج کا سلسلہ جاری رہا۔

اور یہ بات بھی کہ عرب کے اجتماعی حالات میں عموماً اور مکہ و مدینہ کے خصوصاً کہاں تک اس تدریجی حکمت سے کام لیا گیا ہے۔ اس مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ کس طرح قرآن نے اپنی تعلیم وتربیت میں بداوت اور حضارت کی ضروریات کا لحاظ رکھا اور اس کے لیے مختلف طرز خطاب اختیار کیا۔ اور اسی سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ اس نے مومنین اور مشرکین اور اہل کتاب کے ساتھ تلقین اور استدلال کا کیا طریقہ اختیار کیا۔

علماء نے جب اس علم کے مختلف اور وسیع شعبوں کا احاطہ کیا تو اسے کئی حصوں میں تقسیم کرنا ضروری معلوم ہوا۔ مثلاً یہ کہ کبھی تو ان آیات کا مطالعہ ترتیب زمانی کے اعتبار سے کبھی تحدید مکانی کے لحاظ سے کبھی تبویب موضوعی کے خیال سے اور کبھی تعیین شخصی کے نقطۂ نظر سے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب علماء نے اس علم کی طرف توجہ کی تو یہ تمام اعتبارات ان کے ذہن میں بازگشت کر رہے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے کہا کہ مکی آیات وہ ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے وہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہوں اور مدنی وہ ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں تو ان لوگوں نے مکان کا اعتبار کیا۔ جن لوگوں نے کہا کہ مکی وہ آیتیں ہیں جن میں اہل مکہ سے خطاب ہوا ہے اور مدنی وہ ہیں جن میں اہل مدینہ سے خطاب ہوا ہے۔ تو اس تقسیم میں اشخاص مخاطبین کی رعایت کی گئی ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ وہ آیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی ہیں چاہے ان کا نزول مکہ سے باہر ہوا ہو اور وہ جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں چاہے ان کا نزول مکہ میں ہوا ہو۔(۱)

اور اس آخری ترتیب میں دعوت اسلامیہ کے مراحل کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن ان تینوں ترتیبوں کے علاوہ ایک چوتھی ترتیب بھی ہے۔ وہ ترتیب موضوعی ہے۔ یعنی نفس مضمون کے اعتبار سے آیات اور سورتوں کی تقسیم مثلاً سورۃ الممتحنہ شروع سے آخر تک مدینہ میں نازل ہوئی اگر ہم اس کو مکان کے اعتبار سے دیکھیں۔ وہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اگر ہم اس کو زمان کے اعتبار سے دیکھیں۔ اس میں خطاب اہل مکہ سے ہے، اگر ہم اشخاص کا اعتبار کریں۔ اس پوری سورۃ کا مقصد اجتماعی طور پر مسلمان کے دلوں کا امتحان اور تزکیہ ہے، اگر ہم موضوع کے اعتبار سے دیکھیں۔ اس لیے علماء نے کہا ہے کہ یہ سورۃ تو مدنی ہے لیکن اس کا حکم مکی ہے۔(۲)

اسی طرح سورۃ الحجرات ہے۔ جس میں اللہ تعالی نے فرمایا:

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا (الحجرات: ۱۳)

اگر ہم مکان کا خیال کریں تو یہ مکہ میں نازل ہوئی زمان کا خیال کریں تو ہجرت کے بعد فتح مکہ کے دن

نازل ہوئی اور موضوع کے اعتبار سے اسے دیکھیں تو اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور یہ کہ تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک وحدت میں پیدا کیا اور اشخاص کا اعتبار کریں تو اس میں اہل مکہ اور اہل مدینہ دونوں سے خطاب ہے۔ اس کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی لیکن اس کا حکم مدنی ہے۔ (۳)

زمنی تقسیم:

صبحی صالح اپنی کتاب علوم القرآن میں رقمطراز ہیں کہ زمنی تقسیم کو دوسری تمام تقسیمات پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کا تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔ اگر ہم صرف مکانی کا اعتبار کریں تو ہم تحقیق سے بتا سکتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں شروع کے قیام میں کون سی آیتیں نازل ہوئیں۔ اور بیچ میں کون سی اور آخر میں کون سی۔ لہٰذا یکے بعد دیگرے ان حالات کا وارد ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ترتیب زمانی اختیار کریں کیونکہ اس کے بغیر دعوت کی تدریج کا صحیح نقشہ سامنے نہیں آسکتا۔ رہا اشخاص اور موضوعات کا تعین تو ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ جس کا تعلق موقع کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ اور اس زمنی ترتیب سے جس کے اندر واقعات و حالات خود بخود آجاتے ہیں۔ (۴)

یہ تاریخی زمنی ترتیب وہ ہے جو نفسیاتی زاویوں اور اجتماعی حالات سے صرف نظر نہیں کرتی اور زندگی اور معاشرہ کے افراد سے تجاہل برتی۔ اسی لیے ہمارے محققین علماء نے اس ترتیب کو بے حد اہمیت دیتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص دعوت اسلامیہ کے ان مراحل سے واقف نہ ہوا سے چاہیے کہ وہ ہرگز کتاب اللہ کی تفسیر کا خیال نہ کرے۔ جیسا کہ ابو القاسم حسن بن محمد نیشاپوری (م ۴۰۶ھ) نے کہا ہے کہ علوم قرآنی میں سب سے اشرف علم اس کے نزول اور جہات کا علم ہے اور یہ کہ کون سی آیتیں ابتداء میں نازل ہوئیں کون سی وسط میں کون سی آخر میں، اور اسی طرح کون سی مدینہ میں اور کون سی مکہ میں پھر یہ کہ کون سی آیات ہیں جو نازل مکہ میں ہوئیں مگر ان کا حکم مدنی ہے کون سی مدینہ میں نازل ہوئیں مگر ان کا حکم مکی ہے۔ (۵) اس قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن کی تقسیم چھ زمنی مراحل میں کی ہے۔ تین مکی اور تین مدنی جن کو ابتدائی وسطی اور اختتامی قرار دیا ہے۔

مستشرقین اور قرآن کی زمنی ترتیب:

مستشرقین نے بھی قرآن کو اسباب نزول کے اعتبار سے چار یا پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں تو فی نفسہ کوئی خرابی نہیں۔ ہمارے علمائے نے بھی یہ کیا ہے۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب

اس ترتیب میں نزول سے متعلق صحیح روایات کا بالکل خیال نہ کیا جائے۔ اور خالص ذوقی رائے کا اعتبار کرلیا جائے۔ اسی لیے ہمارے علمائے نے قرآن کی ہر آیت کا جائزہ لیا ہے اور اس کی تاریخ لکھی ہے۔ اور اس سے متعلق چھوٹی سی چھوٹی جزئیات تک کا تذکرہ کیا ہے۔ تاکہ آیت کو سمجھنے میں آسانی ہو اور سیاق کلام میں اس کا تعین ہو سکے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مستشرقین ان تنزیلی روایات کا بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد کرکے قرآن کی ترتیب قائم نہیں کی جاسکتی۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ سیرت کے واقعات کو سامنے رکھ کر قطعی طور پر قرآن کی آیات کی ترتیب متعین نہیں کی جاسکتی۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی زمنی ترتیب کی تو پوری کوشش کی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں تمام روایات صحیحہ کو مسترد کردیا ہے۔ اگر مستشرقین صحیح روایات پر بحث کرتے اور صرف انہیں کو قبول کرتے جن کی سند قطعی طور پر قابل اعتبار ہوتی تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ کیونکہ خود علمائے اسلام نے ضعیف روایات کو رد کردیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض مستشرقین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے جیسے H. Grimme کہ اس نے قرآنی سورتوں کی ترتیب میں اسلامی اسانید اور روایات پر اعتماد کیا ہے۔ لیکن اس نے صحیح اور سقیم میں فرق نہیں کیا ہے اور اکثر ضعیف و باطل اسناد کو قبول کیا ہے۔ (۶) مستشرقین میں سب سے اہم کام Noldeke کا ہے۔ اس نے بھی زمنی ترتیب کو مقدم رکھا ہے۔ لیکن اس نے تحقیق کا اسلامی طریقہ اختیار نہیں کیا ہے۔ اور ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جس پر بعد کے تمام مستشرقین متفق ہو گئے ہیں۔ اور اس سے انہوں نے مطالعہ قرآن کے سلسلہ میں نہایت خطرناک نتائج اخذ کیے ہیں۔

انیسویں صدی کے وسط میں یورپ میں قرآن کی سورتوں کی ترتیب اور اس کے تاریخی مراحل کا مطالعہ خاص طور پر شروع ہوا اس سلسلہ میں ولیم میور خاص طور پہ قابل ذکر ہے۔ جس نے قرآنی مراحل کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں پانچ کا تعلق مکہ سے اور چھٹے کا مدینہ سے ہے۔ اس نے اس تقسیم میں بہت بڑی حد تک سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتماد کیا اور ان اسانید پر جو سیرت سے متعلق تھیں۔ اور اپنے تبصرہ میں بڑی حد تک تاریخی معلومات سے فائدہ اٹھایا۔ دوسرا شخص جرمنی کا مشہور مستشرق Weil تھا جس نے 1844ء سے 1872ء تک ترتیب قرآن کا کام کیا۔ اس نے اسلامی روایات اور اسانید کو سرے سے خارج کردیا۔ اسی لیے بعد کے مشہور مستشرق Blachere نے اس نظریہ کو قبول کرتے ہوئے کہا کہ یہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے کامیابی کے ساتھ ہم صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے

ہیں۔

Weil کے اس نظریہ کو صرف بلاشیر نے نہیں۔ اس کے بعد آج تک تمام مستشرقین نے قرآن کے مطالعہ میں اساس کا درجہ دیا ہے۔ اس نظریہ کو Noldeke نے اپنی مشہور کتاب تاریخ القرآن میں بہت تفصیل سے اور اپنی دانست میں بہت مدلل طریقے سے پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1860ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کے شاگرد شوالی Sehwally نے اس میں کچھ اضافے کیے اور دوبارہ شائع کیا یہ کتاب آج تک مغرب میں قرآن کے مطالعہ کے سلسلہ میں سب سے اہم سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس طریقہ سے اسکاٹ لینڈ کے پروفیسر Bell انگلستان کے Rwdwell سب متاثر ہوئے اور ان لوگوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ قرآن اپنی تفسیر آپ ہے۔

اور خود اسی سے دعوت اسلامیہ کے مراحل، سورتوں کی ترتیب اور قرآنی تعلیمات کی تدریج کا پتہ چل سکتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان روایات سے جو آپ کے متعلق صحابہ بیان کرتے ہیں مستقلاً قرآن کی توضیح میں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ ہاں جزوی طور پر کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ (۸)

لیکن علمائے اسلام کا نظریہ اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ترتیب متعین کرنے میں اور ترتیب زمنی پر رائے قائم کرنے میں روایات صحیحہ کا استعمال وہ واحد طریقہ ہے جس سے ہم حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور یہ بات اس لیے صحیح ہے کہ یہ تمام روایتیں یا تو صحابہ سے منقول ہیں جنہوں نے وحی کو اترتے دیکھا اور اس کا زمانہ دیکھا، یا تابعین سے جنہوں نے صحابہ سے ان باتوں کو بالتفصیل سنا۔ ان تمام روایتوں کے جمع کرنے اور ان کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہو سکتی ہے کہ کون سی آیت مکی ہے اور کون سی مدنی اور وہ کس سیاق میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا اصل موضوع کیا ہے اور اس کا خطاب کس سے ہے۔ تاہم یہ باتیں چونکہ ہر جگہ ہر آیت سے متعلق واضح نہیں ہیں۔

اس لیے ہمارے علماء نے صحیح روایت پر اعتماد کرنے کے علاوہ فکر و اجتہاد سے بھی کام لیا ہے۔ خصوصاً ان موضوعات کے متعلق جن کے بارے میں کوئی نص صریح موجود نہیں ہے۔ یعنی کوئی روایت نقل نہیں کی گئی۔ اور جب کسی آیت کے متعلق قطعی طور پر کوئی بات معلوم نہ ہو تو ترجیحی طور پر ہم بعض روایتوں کو قبول کر سکتے ہیں۔ اور بعض آراء اور اجتہاد کو بھی اس میں کوئی بات عقلاً محال نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جہل کا علاج ہمیشہ قطعی علم سے نہیں ہوتا۔ بلکہ علم و معرفت کے لیے ترجیحات سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ (۹) یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالباً فلاں آیت اس موقع پر نازل ہوئی اور اس کا موضوع یہ اور یہ تھا اور اس سے فلاں اور

فلاں کی طرف خطاب ہے اس طرح کے یقین سے علم میں یقیناً اضافہ ہوتا ہے اور اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ تاہم ہمارے علماء نے مکی اور مدنی سورتوں کی کچھ کیفیات دریافت کی ہیں جن سے وہ عام طور پر پہچانی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے چند خصائص کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

۱۔ ہر سورۃ جس میں سجدہ کا ذکر ہو وہ مکی ہے۔

۲۔ ہر سورۃ جس میں لفظ 'کلا' ہو مکی ہے۔ اور یہ لفظ قرآن کے آخری نصف میں وارد ہوا ہے۔

۳۔ ہر سورۃ جس میں 'یا ایھا الناس' کے کلمات آئے ہیں۔ مکی ہے بجز سورۃ حج کے کہ جس کے دو اخیر میں آیا ہے۔ '**یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا**' اکثر علماء کہتے ہیں کہ آیت مکی ہے۔

۴۔ ہر وہ سورۃ جس میں انبیاء اور پچھلی امتوں کے قصے آئے ہیں مکی ہے سوائے سورۃ البقرہ کے۔ (۱۰)

۵۔ ہر سورۃ جس میں آدم و ابلیس کا قصہ آیا ہے وہ مکی ہے۔ سوائے سورۃ البقرہ کے۔ (۱۱)

۶۔ ہر سورۃ جس کی ابتدا حروف تہجی سے ہوئی ہے جیسے الم، الر وغیرہ تو وہ مکی ہیں۔ (سوائے سورۃ البقرہ اور آل عمران) اور سورۃ الرعد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مدنی۔ (۱۲)

یہ وہ چھ خصائص ہیں کہ جن میں بعض استثنائی سورتوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ مکی ہونے کی قطعی نشانیاں ہیں۔ اور ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان کے علاوہ کچھ غالب نشانات ہیں۔ جن کے ذریعہ قسم کی کا تعین ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مکی سورتوں میں ذیل کے امور ہم بہت کثرت سے پاتے ہیں۔

۱۔ ان میں آیتیں اور سورتیں عام طور پر بہت چھوٹی اور مختصر ہیں ان کے باوجود ان کے اندر جوش اور تعبیر کی حرارت اور صوتی حسن اور عظمت بے انتہا ہے۔

۲۔ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کے اصول کی طرف دعوت اور جنت و دوزخ کی تصویر۔

۳۔ کریمانہ اخلاق خیر اختیار کرنے اور خیر و نیکی پر قائم رہنے کی دعوت۔

۴۔ مشرکین سے مناظرہ اور ان کے فضول خیالات کی تردید۔

۵۔ عربوں کی عادت کے مطابق بار بار قسم کھانا۔

اور مدنی سورتوں کی قطعی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ ہر سورۃ جس میں جہاد کی اجازت یا ذکر اور اس کے احکام بیان ہوئے ہوں وہ مدنی ہے۔

۲۔ ہر سورۃ جس میں حدود، فرائض، حقوق اور مدنی اور اجتماعی و بین الاقوامی قوانین کے احکام بیان کیے گئے ہوں وہ مدنی ہے۔ (۱۳)

۳۔ ہر سورۃ جس میں منافقین کا ذکر ہو۔ وہ مدنی ہے بجز سورۃ عنکبوت کے کہ وہ مکی ہے۔ لیکن اس کی شروع کی گیارہ آیات مدنی ہیں۔ انہیں میں منافقین کا ذکر ہوا۔ (۱۴)

۴۔ اہل کتاب سے مناظرہ اور ان کو اس بات کی دعوت کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں۔

ان کے علاوہ بعض ایسے غالب آثار بھی ملتے ہیں جن کی وجہ ہم کسی سورۃ کو مدنی قرار دے سکتے ہیں ان میں سے دو یہ ہیں۔

۱۔ اس کی اکثر سورتیں بلکہ بعض آیات بھی طویل ہیں۔ ان کا انداز بیان تشریحی ہے۔ ان کے مضامین بہت مختلف طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ ان سورتوں میں حقائق دینیہ کے براہین و دلائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

یہ موضوعی اور اسلوبی خصائص خواہ وہ قطعی ہوں یا اغلبی ہوں۔ یہی وہ حکیمانہ طریقہ اور انداز بیان مقرر کرتے ہیں جن کو اسلام نے اپنے تشریعی سلسلہ میں اختیار کیا۔ چنانچہ یہ ممکن نہیں تھا کہ اہل مدینہ سے بھی وہی خطاب کیا جائے جیسے اہل مکہ سے کیا تھا۔ کیونکہ مدینہ کا نیا ماحول اس بات کا متقضی تھا کہ اس میں قانونی تفصیلات پیش کی جائیں اور ایک نئے معاشرے کی تشکیل کے اصول بیان کیے جائیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ مکی آیتوں اور سورتوں کے اختصار اور اجمال کے بعد اب تفصیل سے کام لیا جائے اور آیتوں اور سورتوں دونوں میں مخاطبین کے حالات کی رعایت کی جائے۔

مکہ میں ایک ایسی قوم بستی تھی جو سرکش اور دشمن تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچاتی تھی اس لیے مناسب ہوا کہ مکہ میں رسول پر اس طرح کا قول نازل ہوا۔ قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون۔ (۳۳:۶) "ہم کو معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں"۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ولقد کذبت رسل من قبلک (۳۴:۶) "اور تم سے پہلے پیغمبر بھی جھٹلائے جاتے رہے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ولو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون۔ لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ (۱۴:۱۵-۱۵) "اور اگر ہم آسمان کا دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا ہے"۔ اس طرح مکہ میں کثرت سے ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن میں مشرکین سے سختی سے کلام کیا گیا ہے۔ اور ان میں ان کے بیہودہ خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کو تسلی دی گئی ہے۔ اور ان کو رواداری اور اچھے طریقے سے درگذر کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔

اور مدینہ میں ہجرت کے بعد تین قسم کے لوگ پائے گئے۔ مومنین، جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے۔ پھر منافقین، اور یہود۔ قرآن نے یہودیوں سے مناظرہ کیا اور ان کو ایک کلمہ یعنی توحید کی طرف دعوت دی اور منافقین کے باطنی فساد اور بدنیتی کو ظاہر کیا اور مومنین کی ایک طرف ہمت افزائی کی کہ وہ راہ مستقیم پر چلتے رہیں اور دوسری طرف ان کو امن اور جنگ انفرادی اور اجتماعی زندگی، سیاست اور اقتصاد کی تعلیم دی۔ چنانچہ اگر مکہ میں زکوٰۃ کو فرض کیا ہوتا جب کہ مسلمان مفلس تھے اور طرح طرح کی اذیتوں کا شکار تھے۔ تو اس حکم سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔

اسی طرح مکہ میں اگر صلوٰۃ خوف کا حکم آیا ہوتا تو وہ بیکار تھا کیونکہ یہ اجازت تو یہ صرف جنگ کے زمانے میں ہوتی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ مکی سورتوں میں سرے سے جہاد کا کوئی ذکر نہیں۔ ان باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کی کون کون سی سورتیں ابتدائی، کونسی سورتیں وسطی اور کون سی ختامی ہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض کا نزول آگے پیچھے ہوا ہو۔ لیکن جو خصائص ہم نے بیان کیے ہیں۔ اس کی روشنی میں اس تدریج کا تعین کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ اسی لیے مورخین اور مفسرین نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ ذیل کی سورتیں یقینی طور پر مکی عہد کی ابتدائی سورتیں ہیں۔ (۱۵)

العلق، المدثر، التکویر، الاعلیٰ، اللیل، الشرح، العادیات، التکاثر، النجم۔ اور وسطی مرحلے کی واضح سورتیں یہ ہیں۔ عبس، التین، القارعۃ، القیامۃ، المرسلت، البلد، الحجر۔ اور ختامی مرحلے کی واضح سورتیں یہ ہیں۔ الصافات، الزخرف، الدخان، الذریات، الکہف، ابراہیم، السجدہ۔ (۱۶)

پہلے مرحلے کی سورتوں کی خصوصیات:

ان میں وحی اور دین کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کی قدرت کے اوصاف اور اس کی رحمت کے آثار بیان کیے گئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جس طرح انسان پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا ہے اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور ان میں قیامت کے مناظر کا تذکرہ ہے۔ مشرکین کو ڈرایا گیا ہے کہ ان کے اوپر بھی اس طرح کا عذاب آ سکتا ہے جیسا کہ جھٹلانے والی پہلی قوموں پر آ چکا ہے اور ان میں جوابدہی اور ثواب و عذاب کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ تمہاری قوم تمہیں اذیت پہنچاتی ہے تو اسی طرح کی اذیت پچھلے رسولوں کو بھی پہنچ چکی ہے۔ جو کار نبوت میں آپ کے بھائی تھے۔ عقائد کے اصول بیان کیے گئے تو بتایا۔ خدا کے نزدیک دین ایک ہی ہے۔ اور اسی طرح ان میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعوت ایک عالمی دعوت ہے۔ یہ تمام امور مختلف

سورتوں میں مختلف انداز اور شان وعظمت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

یہ تمام سورتیں مختصر ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے مشاہدات کائنات کی قسم کھائی ہے۔ اور ان میں امر و نہی، استفہام، تمنّا اور امید کے مضامین بار بار آئے ہیں۔ ان سورتوں کے الفاظ نہایت بلیغ، پاکیزہ اور عمدہ درجہ خوبصورت ہیں ان میں حیرت انگیز قسم کا نغمہ پایا جاتا ہے۔ جو کبھی دھیمے الفاظ میں سنائی دیتا ہے اور کبھی بلند آواز میں۔ ان میں آیات کا آخری حصہ اکثر مقفیٰ نظر آتا نہیں۔ اور یہ تقفیہ بھی عجیب دل فریب ہے یعنی کبھی لفظی ہے اور کبھی صوتی۔ کبھی ان میں معانی اور بیان کا تموج نظر آتا ہے کبھی خدائی شان وعظمت نظر آتی ہے۔ کبھی اس کائنات کی خاموش اور جامد چیزوں کو زبان عطا کی گئی ہے اور کبھی کائنات اور انسانی زندگی کی ایسی حسین تصویر کھینچی گئی ہے کہ انسان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دوسرے مرحلے کی خصوصیات:

دوسرے مرحلے کی مکی سورتوں میں بھی بنیادی طور پر وہی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جو پہلے مرحلے کی سورتوں میں ملتی ہیں۔ لیکن ان میں کچھ اضافے بھی ہو گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کی الگ حیثیت قائم ہو گئی ہے۔ ان کے طرز بیان اور مضامین میں کچھ زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے دوسرے مرحلے کی سورتیں واضح طور پر الگ نظر آتی ہیں۔ مثلاً پہلے مرحلے کی سورتوں میں وجود، حیات اور انسان سے متعلق حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس دوسرے مرحلے میں انہیں امور کے دائرہ کو بڑھا دیا گیا ہے۔ ان کی جزئیات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ان کے حقائق ہم پر مزید منکشف ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس دوسرے مرحلے میں دعوت اسلامیہ نے مشرکین کے دلوں میں بہت زیادہ خوف اور رعب پیدا کیا اور ان کو ڈرایا۔ ان کے سامنے ان ظالم آبادیوں کی تصویر پیش کی جنہوں نے حق قبول نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ پھر اللہ کی توحید، وحی کی صداقت، معاد کے قیام، روحوں کے اٹھنے اور جمع ہونے، ثواب اور عقاب کے متعلق تفصیلی براہین پیش کرتی ہیں۔ ان میں جنت و دوزخ کی ایسی زندہ تصویریں پیش کی گئی ہیں کہ ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یہ سورتیں اللہ کی ان گنت نعمتوں کی یاد دلاتی ہیں جو ارض و سما میں اور انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں انسان کو اپنی فطرت کے نور سے ہدایت لینے کی طرف راغب کیا گیا ہے۔

یہ سورتیں انسان کے سامنے دین کی وحدت، ایمان کے حقیقی اصول کی تشریح و تعبیر کرتی ہیں۔ ہدایت اور ضلال کے اسرار و رموز بیان کرتی ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے مرحلے کی سورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں تمام امور کے متعلق براہین تو پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن مختصر ہیں۔ اللہ کی توحید، وحی، معاد، حشر و نشر اور سزا و جزا کے امور کی طرف دلائل وحی میں صرف اشارات ملتے ہیں۔ تفصیل نہیں ہے کیونکہ مقصد یہ تھا کہ عقیدہ توحید کی طرف لوگوں کی توجہ اور خیال منعطف کیا جائے یہاں تک کہ جب ان ابتدائی باتوں سے مشرکین واقف ہو گئے تو انہیں کے متعلق دوسرے مرحلے میں زیادہ تفصیلی دلائل اور براہین سے گفتگو کی۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اس دوسرے مرحلہ میں ہر جگہ اس اختصار، حرارت تعبیر اور آیتوں کے وزن اور مقدار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور اس طرح اہم اور بنیادی حقائق کو اس شدت کے ساتھ پیش کیا کہ وہ زیادہ واضح ہو کر لوگوں کے تخیل اور شعور میں آجائے۔ اس دوسرے مرحلے میں سورتوں کے طول میں بھی اضافہ شروع ہو گیا ہے اور بعض کچھ زیادہ ہی طویل ہو گئی ہیں۔ ایک ہی سورۃ کے اندر مختلف نقطے نظر آتے ہیں۔ یعنی کچھ آیتیں اپنے مقدار اور قافیہ میں ایک جیسی اور کچھ دوسری طرح کی ہیں۔ بعض آیات کے آخر میں مسلسل اللہ کے اسمائے حسنٰی آرہے ہیں اس مرحلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی ان میں کچھ کی سختی ہے۔ اور کبھی انتہائی نرمی، ملاحت اور شیرینی۔ یہ انداز انسان کے سوئے ہوئے جذبات واحساسات کو جگا دیتا ہے اور سحر کا کام کرتا ہے۔

تیسرے مرحلے کی سورتوں کی خصوصیات:

اس مرحلہ میں ہماری نظر سورتوں کی طوالت پر پڑتی ہے۔ مگر ان کی طوالت کا مقابلہ آیات کی تعداد اور الفاظ کی کثرت کے اعتبار سے مدنی سورتوں کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سورتیں اس اعتبار سے طویل ہیں کہ تمام مکی مراحل کی آیتوں میں ایک حیرت انگیز تناسق اور حسن بیان پایا جاتا ہے۔ جس کا مقصد فصحائے مکہ کو اپنی طرف راغب کرنا تھا۔ ان آیتوں کے اختصار اور ان کے اندر الفاظ اور محاورات کے انتخاب میں ایسے خفیہ اور خوبصورت اشارے ملتے ہیں۔ جن کو مکہ کے لوگ خوب سمجھتے تھے اور متاثر ہوتے تھے۔ اس تیسرے مرحلے کی آخری سورۃ الکہف ہے۔ اور اسی پر مکہ میں نزول وحی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم اس آخری سورۃ کا تجزیہ کریں یا اس سے متصل دوسری مکی سورتوں کا جو کافی طویل ہیں اور جن میں اکثر ایک ہی سورۃ کے اندر دعوت کے تمام مضامین اور مراحل بیان کر دیے گئے ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ اب یہ دعوت کسی نئے مرحلے میں داخل ہو رہی ہے۔ اور وہ مرحلہ تھا ہجرت اور مدنی زندگی کا۔ یہ آخری سورتیں صاف بتا رہی ہیں کہ دعوت کا ابتدائی کام ہو چکا ہے۔ اور اب اس کے آگے قدم اٹھانا ضروری ہے۔ اس

لیے ان سورتوں میں بعض ایسے مضامین ملتے ہیں جن پر مدنی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے اس انتقالِ دعوت کے راز کو نہیں سمجھا اور ان آیتوں کو مدنی کہہ دیا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اس تیسرے مرحلے کی مکی سورتیں اپنی طوالت کے لیے اپنی آیات کی طوالت کے لیے ممتاز ہیں۔ اور ان میں سے ایک خاصی تعداد ایسی ہے جن کی ابتداء حروفِ مقطعات سے ہوئی ہے۔ اور ان میں خطاب عام ہے صرف قابلِ مکہ سے نہیں اور پھر ان میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے بطور تمہید کے تاکہ مدینہ میں چل کر فرائض اور واجبات، احسان اور عمل صالح کی طرف دعوت کی تفصیلات بیان کی جا سکیں۔ اور بتایا جا سکے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ اور نار دوزخ سے کیسے نجات پا سکتا ہے۔ پھر ان کے اندر اللہ کی ذات وصفات سے متعلق امورِ غیب کی توضیح ہے۔ اسی طرح ملائکہ، جن اور انبیاء واولیاء معجزات وکرامات کا تذکرہ ہے۔ ان سورتوں میں بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی آزادی اور اپنی حدود میں رہ کر جو کچھ ہدایت یا ضلالت حاصل کرتا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے ان سورتوں میں انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں خصوصاً ان کے جو اس زمرہ میں ائمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حتمی طور پر عقیدہ توحید ایک نئے اسلوب اور زیادہ مؤثر اور خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات:

ہم نے مکی سورتوں کی تفصیلات اور خصوصیات اس لیے بیان کیں کہ تحقیق سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کون سی سورتیں پہلے نازل ہوئیں اور کون سی بعد میں۔ یہ بات ہم بعض قرائن اور تاریخی واقعات سے معلوم کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے تعین میں یقیناً بہت دشواری پیش آتی ہے۔ لیکن اگر مکی سورتوں کی تنزیل کا زمانہ معلوم ہو جائے تو دعوتِ اسلامی کے مراحل جاننے اور سمجھنے میں کافی آسانی ہوتی ہے۔ لیکن مدنی سورتوں میں یہ مشکل پیش نہیں آتی۔ کیونکہ وہ تمام کی تمام اس وقت نازل ہوئیں۔ جب مسلمانوں کو مدینہ میں سیاسی اور اجتماعی استحکام حاصل ہو چکا تھا۔ اور اسلام دور دور تک پھیل چکا تھا۔ اس کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ لکھنے پڑھنے، حافظے اور روایت کو تحریر میں ضبط کرنے کے وسائل آسانی سے دستیاب ہونے لگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں سے اکثر کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ کب اتری تھیں اور بڑی حد تک ان کی ترتیب بھی معلوم ہے۔

چنانچہ اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ مدینہ میں سب سے پہلے البقرہ نازل ہوئی پھر انفال پھر آل عمران، پھر احزاب، پھر ممتحنہ، پھر نساء اور پھر الحدید۔ اور درمیانی وقفہ میں پہلے سورۃ محمد نازل ہوئی پھر طلاق، پھر حشر، پھر نور، پھر منافقون، پھر مجادلہ اور حجرات۔ تیسرے اور آخری مرحلے میں پہلے سورۃ التحریم، پھر سورۃ جمعہ، پھر مائدہ اور توبہ۔ ان مراحل کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ ان سب میں ایک ہی طرح کے مسائل اور مضامین آئے ہیں۔ اس لیے کہ مدینہ میں جب مسلمانوں نے اجتماعی زندگی شروع کی تو ان کو شروع ہی میں ایک اچھے قانونی نظام کی ضرورت پیش آئی اور یہ ضرورت اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور تنزیل کے ذریعہ پوری کی۔ اس لیے تمام مدنی سورتوں میں کچھ نہ کچھ تشریعی احکام موجود ہیں اور بعض بڑی سورتیں تو تمام تر احکام پر مشتمل ہیں۔ ہم نے اوپر بتایا ہے کہ مکی سورتوں میں دعوت کے اصول ان کے طریقے اور مقاصد بیان کیے ہیں۔ لیکن مدنی سورتوں میں زیادہ تر شرعی حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ جو عبادات ومعاملات، حلال وحرام، شخصی احوال اور بین الاقوامی قوانین، سیاسی واقتصادی امور اور جنگ وامن کے مسائل وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

یہ مسائل مختلف سورتوں میں بار بار اور نئے نئے انداز سے آئے ہیں۔ ہر جگہ ان میں کوئی نئی حکمت یا مقصد ہوتا ہے۔ اور جب یہ تکرار آتی ہے تو اس کا مقصد کبھی تو اجمال کی تفصیل پیش کرنا ہوتا ہے کبھی کسی مطلق کو مقید کرنا ہوتا ہے اور کبھی کسی عموم میں تخصیص پیدا کرنی ہوتی ہے اور کبھی دوسری اہم باتوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو پچھلی آیتوں میں کسی حکمت کی وجہ سے نہیں ہو سکا تھا۔ مدنی سورتوں کی تمام جزئیات بھی انہیں امور سے متعلق ہیں۔ اس لیے ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا سمجھنا کافی ہے کہ مدینہ میں تنزیلِ وحی کا دور بنیادی طور پر تشریعِ اسلامی سے تعلق رکھتا ہے اور اس دور کی سورتوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جب دعوتِ اسلامی اپنے تمام مراحل سے گذر چکی۔ اور خدا کے رسول نے خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا تو اب ضرورت اس امر کی ہوئی کہ انہیں ایک جامع شریعت دی جائے جو نہ صرف اس وقت کے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے لیے کافی ہو بلکہ جو ہر دور ہر زمانہ میں انسانوں کی رہنمائی کر سکے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل کر دی تھی۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ مدنی سورتوں کے مطالعہ کے وقت ہم اپنے ذہن میں یہ بات رکھیں کہ اگرچہ یہاں بھی تنزیل کا مقصد انسانوں کی اخلاقی وروحانی تربیت تھا تاہم اس کا اصل مقصد ایک عالمگیر دین کی تشریعی حیثیت کو استوار کرنا تھا۔ اسی لیے مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری دین

ہے۔ اور اس کی شریعت خود خدا کے الفاظ میں مکمل ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ اس کی تشریح دنیائے انسانیت کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ وہ اس کو سمجھیں اور قبول کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

حوالہ جات اور حواشی

۱۔ بدرالدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، قاہرہ، ۱۳۷۶ھ، ص ۱۸۷، جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، لاہور، ۱۹۸۲ء، ج ۱، ص ۱۲-۲۰

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۲۰

۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۰، البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۹۵

۴۔ صبحی صالح، علوم القرآن، مترجم غلام احمد حریری، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۲۳۹-۲۴۰

۵۔ علوم القرآن، ص ۲۴۰، البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۹۲، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۲-۱۳

۶۔ H. Grimme, Mohammed, ze, Partie, 1895.

۷۔ See Two books of William Muir in this regard. Life of Muhammed published from edinbargh in 1923. The (London 1858-61). Book coran, its composition and teaching, London, 1878.

۸۔ مستشرقین کے اعتراضات کا مفصل جواب دیکھئے محمد عبدالعظیم الزرقانی کی کتاب مناہل العرفان فی علوم القرآن، عیسیٰ البابی الحلبی، ۱۳۶۲ھ، ج ۱، ص ۱۹۸

۹۔ علوم القرآن، ص ۲۵۷

۱۰۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۲۹

۱۱۔ البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۸۹

۱۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۸

۱۳۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۲۹

۱۴۔ البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۸۸

۱۵۔ مستشرق بہل (Buhl) نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں سورۃ العلق کے پہلے وحی ہونے کے بارے میں مقالہ تحریر کیا ہے۔

۱۶۔ علوم القرآن، ص ۲۶۳

آیات حجاب کے چند تفسیری پہلو

ڈاکٹر محفوظ احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے مرد اور عورت کو پیدا کیا۔ انھیں جسمانی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف بنایا۔ اس تخلیقی فرق کی بنا پر ان کے الگ الگ حقوق و فرائض مقرر کیے گئے۔ قرآن و حدیث میں بعض احکام عمومی بنیادوں اور بعض جنسی بنیادوں پر مشروع کیے گئے۔ خواتین سے متعلق وہ احکام جن میں جنس کی تفریق کو پیش نظر رکھا گیا ہے ان میں ستر کے احکام بھی شامل ہیں۔

امام راغب الاصفہانی (م 502ھ) فرماتے ہیں کہ ستر کا معنی ہے "تغطیۃ الشئی" (1) یعنی کسی چیز کو چھپانا۔ اصطلاح میں ستر سے مراد انسانی جسم کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا اس کے لیے ضروری ہو۔ مرد کے لیے ستر کی کیا حدود ہیں اس ضمن میں فرمایا گیا۔

"عورۃ الرجل مابین سرتہ الی رکبتہ"

"مرد کے لیے ستر کی حد ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے"۔

جب کہ عورت کے ستر کی حدود مختلف ہیں۔

اکثر ائمہ فقہا کے نزدیک غیر محرم مردوں (یعنی وہ لوگ جن سے کسی عورت کا نکاح جائز ہے) سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ باقی تمام جسم کا چھپانا عورت کے ستر کی حدود ہیں۔ جب کہ محارم (یعنی

اس ضمن میں امام علاؤ الدین کاسانی (م 587ھ) فرماتے ہیں کہ محارم کے لیے عورت کا ستر بالوں، کانوں، بازوؤں، پنڈلیوں، قدموں، سر اور سینہ کے علاوہ باقی جسم ہے۔ (۳)

بعض اہل علم کے نزدیک غیر محرم سے عورت کا اپنا تمام جسم چھپانا واجب ہے اور کوئی چیز عموماً مستثنیٰ نہیں، البتہ اضطراری اور شرعی حوائج میں عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ غیر محرم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے، جب کہ محارم کے سامنے ان دونوں اعضاء کو عام حالات میں بھی ظاہر کر سکتی ہے۔

قرآن مجید میں عورتوں سے متعلق ستر یا پردہ کے احکام سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 53، 59 اور سورۃ النور کی آیت نمبر 31-30 میں بیان کیے گئے ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں احکام ستر کے ارتقائی پس منظر کے حوالے سے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 53 جسے آیت حجاب بھی کہا جاتا ہے کے چند مختلف تفسیری پہلوؤں کا ذکر کیا جائے گا۔

آیت مذکورہ کے الفاظ یوں ہیں۔

یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم والله لا یستحی من الحق، واذا سالتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب، ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابداً ان ذلکم کان عند الله عظیماً

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے۔ کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ۔ بے شک تمہارے اس عمل سے نبی (ﷺ) کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا اور جب تم نبی ﷺ کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی ﷺ کے بعد ان کی ازواج (مطہرات) سے نکاح کرو۔ بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے''۔

اس آیت کے نزول سے قبل چونکہ مسلم خواتین کے لیے ستر سے متعلق کوئی حکم نہیں تھا اس لیے انہیں ستر سے متعلق کسی طرح کی کوئی پابندی نہ تھی۔ لہٰذا اس آیت میں ازواج مطہرات سے متعلق مسلم مردوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ جب بھی ان سے کوئی چیز طلب کریں تو پردے کی اوٹ میں کریں۔

زمانہ نزول

سورۃ الاحزاب مدنی ہے۔ غزوۂ احزاب ہجرت کے پانچویں سال ماہ ذی القعد میں واقع ہوا۔ اس آیت کا زمانہ نزول ۵ ہجری کا آخر ہے۔ ترتیب نزولی کے لحاظ سے اس سورت کا نمبر 90 ہے اور یہ سورۃ آل عمران کے بعد نازل ہوئی۔ (۴)

پس منظر

اس سورت کی آیت نمبر 28 سے لے کر 34 تک ایک مکمل رکوع (نمبر 4) میں ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے ان سے متعلق احکام اور ان کے خصائص کا ذکر کیا گیا۔ ان احکام میں ایک حکم ستر سے متعلق تھا، جسے احکام ستر کا پہلا حکم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حکم میں فرمایا گیا۔

''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی'' (۵)

ترجمہ: ''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرتا''۔

''قرن'' کا لفظ وقار سے ہے یعنی اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلو۔ مفسرین کرام کے نزدیک ''قرن'' میں نیت کا دخل ہے، مطلقاً باہر نکلنے کی ممانعت نہیں۔

''تبرج'' کا لفظ ''بروج'' سے ہے جس کا معنی ہے ''ظہور'' لیکن یہاں تبرج کا معنی ہے کسی عورت کا بغرض زنا یا شہوت پرستی اپنی زینت اور خوبصورتی کا اظہار کرنا۔ عورت کا اپنے جسمانی محاسن مردوں کو دکھانا اور عورتوں کا مٹک مٹک کر چلنا۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں ایسی قمیصیں پہن کر نکلتی تھیں جو دونوں طرف سے ان سلی ہوتی اور ان کا بدن دونوں طرف سے دکھائی دیتا۔ (۶)

اگرچہ ازواج مطہرات ایسا تبرج نہیں کرتی تھیں لیکن پھر بھی انہیں مخاطب کر کے یہ حکم دیا گیا۔

غزوۂ احزاب کے وقت مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے علاوہ منافقین بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدق دل اور خلوص نیت سے اوامر پر عمل کرتے اور نواہی سے خود کو بچاتے لیکن منافقین اگرچہ بظاہر اسلامی احکام پر عمل کرتے لیکن جہاں موقع پاتے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے۔

جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر رسول ﷺ کے وعظ کے دوران کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو وہ عرض کرتے "راعنا" ہمارا لحاظ اور خیال کیجیے بات کو دہرا دیجیے۔ لیکن منافقین اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اس موقع پر اس لفظ کو یوں کہتے "راعینا" یعنی ہمارے چرواہے۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کے استعمال سے مسلمانوں کو ان الفاظ میں منع کیا۔

یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا (۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) "راعنا" نہ کہا کرو بلکہ "انظرنا" کہو یعنی ہماری طرف دیکھیے"۔

اس طرح آیت حجاب کے نزول کے پس منظر میں بھی منافقین کا ایک شرمناک اور اذیت ناک کردار ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

اس آیت کے نزول سے قبل غیر مردوں کا دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونا ممنوع نہیں تھا۔ اس طرح لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں عام داخل ہو جاتے۔

رسول اکرم ﷺ بھی جب کسی موقع پر دعوت کا اہتمام فرماتے تو مدعو لوگوں کے علاوہ بعض غیر مدعو لوگ بھی وہاں پہنچ جاتے۔ اسی طرح کی ایک دعوت ۵ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد رسول اکرم ﷺ نے منعقد کی۔ اس دعوت ولیمہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے علاوہ ازراہِ تالیف منافقین کو بھی بلا لیا اور بعض منافق بغیر دعوت کے بھی شریک ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ کی نفس کریمی سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ بہت دیر بیٹھے رہے اور مزید شرارت یہ کرتے کہ بعض اوقات کوئی چیز مانگنے کے بہانے ازواج مطہرات کے سامنے چلے جاتے اور بھی چیزوں کو لینے کے دوران ان کے ہاتھوں سے مس بھی کرتے۔ ان حرکات کا مقصد حقی ہوتا۔ اگرچہ آپ ﷺ ان حرکتوں کو محسوس کرتے لیکن ازراہ مروت کچھ نہ کہتے۔ (۸)

بعض لوگوں نے اپنی نیت کا اظہار اس طرح بھی کیا کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح بھی کریں گے۔ (۹)

اس پس منظر میں اس سورت کے رکوع نمبر 7 کی آیت نمبر 53 میں عام مسلمان مردوں کو مخاطب کر کے ازواج مطہرات سے متعلق یہ تین خصوصی احکام دیے گئے۔

i۔ نبی ﷺ کے گھروں میں اُن کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا۔

ii۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے حجاب کی اوٹ سے چیزیں مانگنا۔

iii۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات سے کبھی نکاح نہ کرنا۔

اس آیت میں دیے گئے یہ تینوں احکام ازواج مطہرات کے لیے خاص تھے لیکن بعض اہل علم نے ان میں سے دوسرے حکم کو عام مسلمان خواتین کے لیے بھی لازم اور واجب قرار دیا جو کہ حقیقت پر مبنی نہیں۔

اس آیت میں دیا گیا پہلا حکم بھی رسول اللہ ﷺ کے گھروں کے لیے خاص تھا، جبکہ مسلمانوں کو دیگر مسلمانوں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہونے کا حکم الگ نوعیت سے اس طرح دیا گیا۔

"یا یھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ٥ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم" (۱۰)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت لیے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ جاؤ، یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے"۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں سورۃ الاحزاب کی یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔

شانِ نزول

اس آیت کے شانِ نزول کے حوالے سے مفسرین کرام نے یہ مختلف روایات نقل کی ہیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح کے بعد ایک دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا، جس میں تقریباً تین سو کے قریب مسلمان مدعو تھے۔ کھانا کھانے کے بعد یہ لوگ وہیں بیٹھے رہے اور باتیں کرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور باقی لوگ بھی اٹھ گئے لیکن تین شخص وہیں بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ اپنے حجرے میں داخل ہونے کے لیے آئے لیکن وہ لوگ نہ اٹھے پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (۱۱)

۲۔ امام ابن جریر طبری (م 310ھ) فرماتے ہیں کہ ایک دعوت میں کسی مرد کا ہاتھ (گھر کی کوئی چیز لیتے وقت) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے چھو گیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا تو پھر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔ (۱۲)

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو حجاب کے بارے میں کہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوتی ہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۱۳)

ان آیات کے پس منظر اور شان نزول کی ان روایات اور آیات کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔

i۔ آیت کا ظاہری حکم رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی اور رازداری کو قائم رکھنے کے لیے دیا گیا۔

ii۔ حجاب کا حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص تھا۔

iii۔ ازواج مطہرات کے لیے حجاب کا حکم فرض تھا جب کہ عام خواتین کے لیے حجاب کی حیثیت استحباب کی ہوگی۔

iv۔ علماء نے اپنی علمی بصیرت کی بنا پر عام مسلم خواتین کو اس حکم میں شامل کیا۔

رسول اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی اور رازداری کو قائم رکھنے کے لیے حجاب کا حکم دیا گیا کہ اس وقت آپ کے حجروں کے باہر کوئی دروازہ یا پردہ نہیں تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کیلانی نے لکھا ہے۔

اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے حجروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے۔ (۱۴)

ازواج مطہرات کے یہ حجرات مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ متصل تھے۔ ان مکانات میں سے پانچ کھجور کی شاخوں سے بنے تھے جن پر کہگل (لپائی) کی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا۔ دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ باقی چار مکان کچی اینٹوں کے تھے جن کی چھت پر کھجور کی شاخوں کی کہگل کی ہوئی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حجرہ کھجور کی شاخوں کا تھا جس کے دروازوں پر کمبل کا پردہ تھا۔ اندرونی کمروں کی چھت کے بارے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مراہق (قریب البلوغ) تھا، ان مکانات کی چھت کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا۔ (۱۵)

یہ ہیں ازواج مطہرات کے وہ مبارک حجرات جن کے پس منظر میں آیت حجاب کا نزول شروع ہوا۔ کاش ہم ان حجرات اور ان حجرات کے پس منظر میں نازل ہونے والے حجاب کے حکم کو دیکھیں تاکہ حکم حجاب کی علت و حکمت ہمیں سمجھ میں آئے۔

کیا حجاب کا یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص تھا یا دیگر مسلم خواتین بھی اس حکم میں شامل ہیں۔ اس حوالے سے علماء کی دو آراء ہیں۔ ایک رائے کے مطابق یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص

نہیں تھا۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین (م 1900ء) نے لکھا ہے۔

"گو وہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کے حق میں نازل ہوئی لیکن پردہ کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لیے ہے اور اس کی مخالفت موجب فسق و بے حیائی ہے"۔ (۱۶)

مفتی محمد شفیعؒ (م 1976ء) فرماتے ہیں۔

"آیت مذکورہ میں اسلامی معاشرت کے چند آداب و احکام کا بیان ہے جس کا تعلق سابقہ آیات سے ہے۔ جو آداب ان آیات میں تلقین کیے گئے وہ ابتدا آنحضرت ﷺ کے مکان اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئے۔ اگرچہ حکم ان کا آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس میں اگرچہ سبب نزول خاص ہے، واقعہ کی بناء پر بیان اور تعبیر میں خاص ازواج مطہرات کا ذکر ہے مگر حکم ساری امت کے لیے عام ہے"۔ (۱۷)

مولانا مودودی (م 1979ء) نے اس بارے میں اپنے خیال کا اظہار یوں کیا ہے۔

"آیت کا آخری فقرہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو لوگ بھی مردوں اور عورتوں کے دل پاک صاف رکھنا چاہیں انہیں یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں سے آخر یہ نسوانی روح کیسے کشید کی جا سکتی ہے کہ مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری اداروں اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا بے تکلف میل جول بالکل جائز ہے"۔ (۱۸)

مبشر احمد ربانی نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اگرچہ خطاب ازواج مطہرات کو ہے لیکن اس کا حکم عام ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کا بہت سے مقامات پر یہی اسلوب ہے۔ اس آیت کے عام ہونے کی ایک دلیل اس حکم کی علت ہے یعنی یہ حجاب و پردہ تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت کا بہترین ذریعہ ہے"۔ (۱۹)

دوسری رائے کے مطابق حجاب کا یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص تھا۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں۔

اولاً ان مسائل کا جائزہ لیا جاتا ہے جو آیت حجاب میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ رسول اکرم ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔

۲۔ آپ ﷺ کے گھروں میں دعوت طعام کے آداب۔

۳۔ غیر مردوں کو ازواج مطہرات سے حجاب کی اوٹ میں چیزیں طلب کرنا۔

۴۔ مقصدِ حجاب یہ کہ یہ دلوں کی طہارت کا بہترین ذریعہ۔

۵۔ رسول اکرم ﷺ کو ایذا نہ دینے کا حکم۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات سے نکاح نہ کرنے کا حکم۔

اب ان مسائل کا اس طرح جائزہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں مذکور تمام مسائل کا حکم دیگر مسلمانوں کے لیے عام ہے لیکن ان کی دلیل یہ آیت نہیں بلکہ وہ آیات ہیں جن میں یہ احکام الگ نوعیت سے دیے گئے ہیں۔

۱۔ پہلا حکم رسول اکرم ﷺ کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہونے سے متعلق ہے۔ جب کہ مسلمانوں کو دیگر مسلمانوں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہونے کا حکم سورۃ النور میں اس طرح دیا گیا۔

"یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا" (۴۰)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرلو اور وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ جاؤ"۔

۲۔ دوسرا حکم آنحضور ﷺ کے گھروں میں دعوتِ طعام کے آداب سے متعلق ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے ایسا ہی حکم سورۃ النور میں اس طرح دیا گیا۔

"لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امھٰتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوٰتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا (۴۱)

ترجمہ: "اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں

سے تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ"۔

اس آیت میں دوستوں کو دوستوں کے گھروں میں اکٹھے مل کر یا الگ الگ کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔

۳۔ تیسرا حکم غیر مردوں کو ازواجِ مطہرات سے حجاب کی اوٹ میں چیزیں طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ عام مسلمانوں کو دیگر خواتین سے متعلق ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا البتہ اس کے متبادل سورۃ النور میں یہ حکم دیا گیا۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم (۴۲)

ترجمہ: "مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"۔

۴۔ اس آیت کے چوتھے حکم میں مقصدِ حجاب کو اس طرح بیان کیا گیا کہ یہ حکم حجاب ازواجِ مطہرات اور مسلمانوں کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ چونکہ عام مسلمانوں کو عام خواتین سے حجاب کی اوٹ میں بات کرنے کی بجائے غضِ بصر یعنی نظروں کو جھکانے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا غضِ بصر کے حکم کے مقصد کو سورۃ النور میں یوں بیان کیا گیا۔

ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون (۴۳)

ترجمہ: "یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے"۔

یعنی اصل بات نیت کی ہے اور اس نیت کے مطابق انسان جو عمل کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہوتا ہے۔

۵۔ اس آیت میں پانچویں بات رسول اکرم ﷺ کو ایذا نہ دینے کے حکم سے متعلق ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ کو ایذا دینے کی سزا اس طرح بیان کی گئی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (۴۴)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

لیکن عام مسلمانوں کو ایذا دینے کی سزا سورۃ الاحزاب میں یوں بیان کی گئی۔

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (۴۵)

ترجمہ: "وہ لوگ جو مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں"۔

یعنی اگر وہ ایذا قولی ہے تو بہتان اور اگر فعلی ہے تو مطلقاً گناہ ہوگا۔

۶۔ چھٹا حکم رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح نہ کرنے کا حکم ہے۔ دیگر مسلمانوں کے لیے ایسا کوئی حکم نہیں، اس کے برعکس ہر مسلمان عورت کو بیوہ ہونے کے بعد عقد ثانی کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ان کے بارے فرمایا گیا۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف. (۳۶)

ترجمہ: ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو آپ ان کو اپنے ازواج سے نکاح کرنے سے نہ روکیں جب کہ باہم قواعد کے موافق سب رضامند ہو جائیں''۔

ایسے ہی بیوہ عورتوں سے متعلق فرمایا گیا۔

فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف (۳۷)

ترجمہ: ''جب وہ (بیوہ عورتیں) اپنی عدت مکمل گزار لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لیے قواعد کے مطابق کچھ کارروائی (نکاح) کرلیں''۔

ان احکام کے علاوہ قرآن مجید میں دیگر کئی احکامات پر بھی اس اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے جیسے تحویل قبلہ کے وقت رسول اکرم ﷺ سے خصوصاً فرمایا گیا۔

فول وجهك شطر المسجد الحرام (۳۸)

ترجمہ: ''آپ اپنا چہرہ (مبارک) مسجد حرام کی طرف پھیر لیں''۔

چونکہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص اور آپ کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا گیا لہٰذا امت مسلمہ کو ایسا ہی الگ عام حکم اس طرح دیا گیا۔

وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم (۳۹)

ترجمہ: ''(اے مسلمانو!) آپ جہاں کہیں ہوں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیرا کریں''۔

سورۂ احزاب میں آنحضور ﷺ کے لیے ان خواتین کا ذکر کیا گیا جن سے آپ کا نکاح جائز ہے، ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

''اے نبی (ﷺ!) ہم نے آپ کے لیے وہ ازواج حلال کر دیں جنھیں آپ ان کا مہر دے چکے ہیں اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دیں اور آپ کے چچا کی لڑکیاں اور

پھوپھیوں کی بیٹیاں، جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس آپ ﷺ کو ہبہ کر دے، یہ اس صورت میں کہ آپ بھی ان سے نکاح کرنا چاہیں۔ یہ خاص طور پر آپ ہی کے لیے ہے دیگر مومنوں کے لیے نہیں''۔ (۳۰)

جب کہ مسلمانوں کے لیے جن عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اس کا الگ ذکر سورۃ النساء میں اس طرح کیا گیا ہے۔

احل لكم ما وراء ذلكم (۳۱)

ترجمہ: ''محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں''۔

بہر حال اگر کسی خاص حکم کو عام قرار دینے کے لیے الگ حکم دیا گیا ہو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تو اس کی عمومیت کے لیے خاص حکم دلیل نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے دلیل عام حکم ہی ہوگا جیسے مسلمانوں کے لیے تحویل قبلہ کا اثبات ''فول وجهك شطر المسجد الحرام'' سے نہیں ہوگا بلکہ تحویل قبلہ کی دلیل ''وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره'' ہوگا۔

بعض لوگ سورۃ الاحزاب کی آیت جلباب کو اس حکم حجاب کا متبادل قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت کو ازواج مطہرات کے لیے خاص تسلیم کرنا ہوگا اور ان کے لیے حجاب کے لیے دلیل آیت جلباب ہوگی''۔ (۳۲)

کیا آیت جلباب سے حجاب کا حکم ثابت ہوتا ہے یہ الگ بحث ہے اس حوالے سے اس کا ذکر آیت جلباب کے تفسیری پہلوؤں سے کیا جائے گا۔

اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ آیت حجاب ازواج مطہرات کے لیے خاص تھی۔

آیت حجاب کے اس جائزے کے علاوہ اور بھی متعدد شواہد موجود ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حجاب کا یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے خاص تھا، وہ دلائل و شواہد یہ ہیں۔

ا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے رب نے تین معاملات میں میری موافقت کی ہے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ، آپ مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنالیں۔ پھر میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے گھر میں نیک اور فاجر لوگ داخل ہوتے ہیں پس آپ ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دیجیے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ (۳۳)

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کے

حوالے سے اپنی خواہش کا اظہار کیا نہ کہ دیگر عام مسلمان خواتین کے حوالے سے۔

آپ کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بھی صرف ازواج مطہرات کے لیے حکم حجاب کا نزول فرمایا نہ کہ عام مسلمان خواتین کے حوالے سے۔

۲۔ اس آیت کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حکم کے نزول کے بعد عام مسلمانوں کی بجائے صرف ازواج مطہرات کے والد، بھائیوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے کہا۔

لنحن ایضا نکلمهن من وراء حجاب (۳۴)

ترجمہ: ''کہ ہم بھی آنحضور رسول اللہ (ﷺ) کی ازواج مطہرات سے پردے کی آڑ میں بات کریں گے''۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

لاجناح علیهن فی اٰبائهن ولا ابنائهن ولا اخوانهن ولا ابناء اخوانهن ولا ابناء اخواتهن ولا نسائهن (۳۵)

ترجمہ: ''ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپ دادا اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور ہم دین خواتین سے پردہ نہ کریں''۔

گویا اس آیت میں ازواج مطہرات کو ان رشتہ داروں سے بلا حجاب بات کرنے کی اجازت دی گئی۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات حجاب نازل ہوئیں تو میں اس وقت لوگوں میں سب سے کم سن تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے پردہ کرلیا۔ (۳۶)

اگر یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کے لیے واجب ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حکم پر ازواج مطہرات کے عمل کو خصوصاً بیان نہ کرتے کیونکہ دیگر اسلام کے احکام واجب میں سے کسی حکم کے بارے میں خصوصاً ایسا ذکر نہیں کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کہ 5ھ میں آیت حجاب نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کا مجھ سے پردہ کرایا۔ میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔ (۳۷)

عبدالرحمٰن کیلانی نے لکھا ہے کہ ''اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے

گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے۔ (۳۸)

اس عبارت میں ''دیکھا دیکھی'' کے الفاظ قابل توجہ ہیں، اس لیے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی دیکھا دیکھی کی بنیاد پر نہیں کی جاتی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ودیگر فرائض وواجبات کی ادائیگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا دیکھی شروع نہیں کی تھی بلکہ ان احکام کو فرض یا واجب جانتے ہوئے شروع کیا تھا۔ دیکھا دیکھی کی بنیاد پر کیا جانے والا عمل زیادہ سے زیادہ مباح یا مستحب قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ فرض یا واجب۔ لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حجاب سے متعلق ازواج مطہرات کے عمل کو بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمل ان کی خصوصیات میں سے تھا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم براہ راست دینے کی بجائے بالواسطہ طریقے سے دیا ہے، جس سے ان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز حکم کا یہ انداز اس حکم کو ازواج مطہرات کی خصوصیت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے علماء کرام نے اس حکم اور حکم کی نوعیت کو ازواج مطہرات کے خصائص میں شمار کرلیا ہے۔

علامہ عبدالباقی الزرقانی (م 1122ھ) نے علامہ قاضی عیاض (م 544ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"فرض الحجاب مما اختصصن به فهو فرض علیهن بلا خلاف فی الوجه والکفین". (۳۹)

ترجمہ: ''اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ چہرہ اور ہاتھ کے حجاب میں ازواج مطہرات کے لیے مخصوص حجاب کی فرضیت ان کی خصوصیت تھی''۔

امام نووی (م 676ھ) فرماتے ہیں کہ:

''ازواج مطہرات کے لیے بلا اختلاف ہاتھوں اور چہرے کو چھپانا فرض تھا اور انہیں کسی بھی شرعی حاجت وغیرہ میں بھی ان اعضاء کا کھولنا جائز نہ تھا''۔ (۴۰)

امام شہاب الدین احمد قسطلانی (م 923ھ) فرماتے ہیں کہ ''ازواج مطہرات کے لیے عام چہرہ دکھلا رکھنا حرام تھا''۔ (۴۱)

۵۔ رسول اکرم ﷺ کا اپنا عمل بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ازواج مطہرات سے متعلق حجاب کا یہ حکم ان کے خصائص میں سے تھا، عام عورتوں کے لیے یہ حکم ہرگز نہیں تھا۔